نجات دہندہ امت ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ حسینؑ

آپ کی عظیم قربانی شریعتِ اسلامیہ کا احیاء ہے

آیۃ اللہ العظمیٰ سید العلماء مولانا سید علی نقی نقوی صاحب قبلہ طاب ثراہ

رسول کی آنکھیں بند ہونا تھیں ۔کہ اسلام پر مصائب کا ہجوم ہوگیا۔اس کے روحانی خصوصیات اور اصلی خط وخال بگاڑے جانے لگے۔اسکے احکام میں تغیر وتبدل اور اسکے رسوم وقوانین میں کانٹ چھانٹ کی جانے لگی۔حقیقی جانشین رسول کہ جو ان کے تعلیمات کا عملی نمونہ اور مکمل نقشہ تھا۔وہ گمنامی وانزداء کے پردۂ غیبت میں مستور ہونے پر مجبور ہوا۔اور کار فرمایان تختِ اسلامی نے مصالح وقت اور سیاستِ حاضرہ کی علمبرداری اختیار کرکے اسلام نہیں، بلکہ مسلمانوں کے ظاہری جاہ وحشم کی فراوانی کو مقدم قرار دیا۔یہ سب کچھ ہوا۔لیکن قانون اسلامی کا ظاہری احترام اور شریعت کی رسمی پابندی اور احکام شریعہ کا پاس ولحاظ انتہائی سختی کے ساتھ جاری تھا۔ اور اسلئے ان اشخاص کیلئے جو اسلامی تعلیمات سے صحیح طور پر اثر پزیر ہوں۔ان پر مذہب ہی پر قائم رہنے کا دروازہ کھلا ہوا تھا۔نیز پابندیٔ شریعت کے بلند بانگ دعویٰ سے فائدہ اٹھا کر حقیقی رہنمائے اسلام کو پردہ ہی پردہ میں رہ کر ذمہ داران سلطنت سے مفادِ اسلامی کے تحفظ اور احکام شرعیہ کے اجرا کرانے کا بھی موقع مل جایا کرتا تھا۔جس کے نظائر وامثال سے تاریخ کے اوراق مملو ہیں کہ کس طرح بیشمار مواقع پر امیرالمومنینؑ نے غلطیوں پر متنبہ کیا، جاتی ہوئی جانوں کو بچایا اور مظلوموں کی امداد کی اور پامال ہوتے ہوئے احکام شریعت کی حفاظت میں کامیاب ہوئے۔

یہ نتیجہ کس بات کا تھا،صرف اسکا کہ اسلامی تختِ حکومت کی جانب سے اسلامی شریعت کی پابندی طرہ امتیاز اور سرمایۂ افتخار سمجھی جاتی تھی اور اس کی کھلم کھلا مخالفت آئینِ قانون کے تحت میں جائز قرار نہ دے دی گئی تھی۔عام افراد امت سے بھی شریعت کی پابندی قانونی حیثیت سے لازم تھی۔بلکہ سلطنت کا قانون شرع ہی کے نام سے رائج تھا۔اگر چہ پردہ، پردہ میں اسکے اندر تراش خراش کردی گئی ہو۔

بیشک یہ صورتِ حال ایسی تھی۔کہ جس کی بدولت دنیا میں اسلام اور اس کی شریعت کا نام باقی رہے۔ اور چاہے اس کا اصلی جواہر روحانیت مفقود ہوجائے۔لیکن اسکے نقش سے صفحہ ہستی سادہ نہ ہونے پائے۔لیکن افسوس ہے کہ یہ صورت بھی باقی نہیں رہی۔ زمانہ کی آفتاد نظام تدریج کی پابند ہے۔ اور ہر چیز ابتدا میں کم اور انتہا میں زیادہ ہوتی

ہے۔روز وشب کی آمد ورفت اور زمانہ کا امتداد سابق کے ہر نقش کو زیادہ مدہم کرتا جاتا ہے اور شورش انگریزی ومفسدہ خیزی کی آگ کو ہوا دیتا ہے۔ بیشک اسلامی آئینہ پر اگر اس دور میں صرف غبار آیا تھا۔ تو کچھ عرصے کے بعد وہ غبار جم گیا۔ اور تیسرے دور میں اس نے زنگ کی صورت اختیار کی اور آئینہ کے صفا وضیا کو مفقود ہی کردیا۔

اس زمانہ میں مخالفت شریعت کی آگ اگر سلگی تھی تو پھر وہ دھکی اور آخر میں شعلہ اٹھنے لگے۔ اسلامی مملکت میں بنی امیہ کا دور دورہ ہوا۔ اور رسولؐ اسلام کا سرمایۂ زندگی ان خون کے پیاسے دشمنوں تک پہونچایا کہ جو اپنے اقتدار وطاقت کے آخری رمق حیات تک اسی سرمایہ کے تباہ کرنے کیلئے جنگ کرتے رہے تھے۔ اور آخر تمام قوتیں ختم ہوجانے کے بعد بیکس وبے بس ہوکر سر تسلیم خم کیا تھا۔ اب آج حالات کی دستیاری اور قسمت کی یاوری نے انہی کو اس سرمایہ کا نگراں ومتولی بلکہ مالک وخداوند بنا دیا ہے۔ پس پھر کیا تھا۔ وہ تلواریں کہ جو بدر واحد وخندق میں کھینچ کر کند ثابت ہوئی تھیں۔ اور آخر ناکام ہوکر فتح مکہ میں ایک طویل عرصہ تک کیلئے ہزاروں مجبوریوں کے ساتھ نیام میں چلی گئی تھیں۔ اب دوسرے لباس میں نیام سے باہر نکل آئیں۔ اور بیدردی سے احکام اسلامی کا گلا کاٹا جانے لگا۔ اس وقت پردہ تھا اور نہ کوئی حجاب، علانیہ شریعت کی مخالفت ہوتی تھی۔ اور اسپر ناز تھا۔ اسلام کو پامال کیا جاتا تھا۔ اور اس پر فخر تھا۔ اسلامی رہنماؤں کی زبانوں پر پہرے بیٹھے تھے۔ اور دہنوں میں قفل لگے ہوئے تھے۔ اور اگر وہ ان تمام موانع کے باوجود رہنمائی کے فرض کو انجام دیتے بھی تو بیکار اس لئے کہ دوسری طرف والوں پر قفل تھے۔

بے ساز وسامان ہدایت، مظلومی وبے بسی کے ساتھ ہدایت، حجاب خفا میں مخفی رہ کر ہدایت، جس کا سلسلہ پہلے دور میں جس کا حوالہ سابق میں گذر چکا، جاری تھا۔ وہ اس زمانہ میں ناممکن تھی اسلئے کہ اب تو احکام شریعت کا زبانی بھی پاس ولحاظ نہ تھا۔ بلکہ اسلام وشریعت اسلام کی مخالفت میں طاقت واقتدار کا مظاہرہ تھا۔ اَلنَاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ

عوام کے خلاق وحالات پر بالادست طاقتوں کا بجلی کی روک سے زیادہ تیز اثر پڑتا ہے۔ حکام وقت کے احکام مذہب سے مخالفت بلکہ اعلان جنگ کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ تمام عالمِ اسلامی میں مذہب کی طرف سے بے توجہی اور احکام مذہبی میں تساہل وبے اعتنائی اور معارف صحیحہ سے بے خبری وبے تعلقی کا دور دورہ ہوجائے۔ اور مسلمان اسلام سے ہزاروں اور لاکھوں کوس دور جا پڑیں۔ جسکا لازمی نتیجہ ہلاکت ابدی ہے۔ اور چونکہ اخلاف اسلاف کے قدم بقدم ہوتے ہیں۔ خشت اول کے کج ہو جانے کے بعد ستارہ ثریا تک دیوار کج ہی ہوجائے گی۔ اسلئے ایک عصر میں اسلام کی فنا اور افراد اسلام کی ہلاکت قیامت تک کیلئے امت رسالت مآب کی ہلاکت کے مترادف ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس زمانہ میں اسلام کی حیات وموت کا سوال درپیش تھا۔ اور امت اسلامیہ کے افراد کی قیامت تک کیلئے ہلاکت کا مرقع سامنے آگیا تھا۔ اور امت محمدیہ تیزی کے ساتھ

آتش جہنم کی طرف قدم بڑھاتی تھی بے شک ضرورت تھی اس وقت ایک نجات دہندہ کی، ایک ایسے شخص کو جو امت رسولؐ کو آتش جہنم سے چھٹکارہ دے۔ اور ہلاکت کے خوفناک سمندر میں غرق ہونے سے بچالے۔

اس ضرورت کا احساس کیا حقیقی رہنمائے اسلام حسین ابن علیؑ نے، حسینؑ اس بات کا بیڑا اٹھا کر اٹھے۔ کہ جان جائے مگر امتِ رسولؐ کو عذاب الٰہی سے نجات دیدوں۔ اسلام کو زندہ کروں۔ اور مسلمانوں کو ہلاکتِ ابدی سے بچاؤں۔

انھوں نے اس مقصد کیلئے دنیا کے عظیم ترین مصائب کو برداشت کرکے کربلا کے دل دوز مرقع کو اپنے اوراپنے اعزا واقارب کے خون سے ہمیشہ کے لئے رنگین کردیا۔ اور تاریخ عالم کے ورق کواپنی مظلومیت کے تذکرہ سے قیامت تک کومرقع ماتم بنا گئے۔

انھوں نے یہ سب کس کے لئے کیا، ہمارے لئے، لیکن کن معنی سے؟ اس معنی سے کہ وہ اپنی اس عظیم قربانی کے ذریعہ سے شریعت اسلامیہ کا احیاء کررہے تھے اور احکام شریعت کی تجدید ظلم واستبداد کی طاقتوں کو جو اسلام کی مٹانے والی تھی۔ فنا کررہے تھے۔ اوراحساسات اسلامی کو بیدار اور اسطرح وہ ہمیشہ کیلئے ایک قوم کی تشکیل کررہے تھے۔ یعنی حیات ثانیہ دے رہے تھے۔ کہ جو نجات کی مستحق اور جنت میں جانے کے لائق ہو۔ اورشریعت اسلامیہ کی پابندی اوراحکام مذہبی کی نگہداشت کا باعث، حقیقی طور پر امت مرحومہ کہنے کے قابل ہو۔ اسی اعتبار سے حسینؑ نجات دہندۂ امت تھے۔ اوراسی معنٰی سے یہ کہنا صحیح ہے کہ وہ ہمارے لئے شہید ہوئے انکا مقصد یہ تھا کہ افراد اسلام سچے معنی میں مسلمان اور تعلیمات اسلام کا مکمل آئینہ اور پابندیٔ احکام شریعت اوراطاعت الٰہی کا نمونہ بن جائیں۔ ان کے نجات دہندہ ہونے کا کوئی ایسا مفہوم قرار دینا درست نہیں جو ان کے مقصد کو پامال کردے اور افراد ملت میں پابندی احکام شریعت کے جذبہ کوفنا کی حد تک پہونچائے۔

☆☆☆